ادار یہ

(EDITORIAL)

ہماری مظلومیت: ایک تازہ ثبوت

’ہماری مظلومیت‘ کے تاریخی امتیازی خصوصیت کے حوالہ سے کچھ پچھلے شماروں کے صفحات سیاہ کئے گئے۔ ہم سے مظلومیت کا تعلق اتنا ’پیدائشی‘ ’جانی‘، اور گہرا ہے کہ جیسے یہ مظلومیت ہماری فطرت میں گھلی ملی ہو۔ مظلومیت سے بحیثیت قوم وملت ہمارا رشتہ اٹل ہے، اٹوٹ ہے۔ اس کے عملی مظاہرہ سے یہ زمانہ بھی خالی نہیں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے، تہذیب کے گہوارہ، ادب اور آداب کے مرکز لکھنؤ میں تہذیب اور امن پر جونگ انسانیت حملہ ہوا، اس نے بھی ہماری تاریخی مظلومیت پر گواہی ثبت کی۔ حملہ کا انداز وہ تھا اور جگہ وہ تھی جس کی مثال لکھنؤ کیا ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایسے پر آشوب ہنگام میں ہماری قوم وملت نے جوش سے نہیں ہوش سے کام لیا اور مظلومیت سے اپنا رشتہ استوار رکھا۔ قوم وملت جذبات سے مغلوب نہیں ہوئی، عقل کا دامن تھامے رہی، ایسا کوئی اقدام نہیں کیا جس میں ذرا بھی قانون شکنی، امن دشمنی یا ڈسپلن توڑنے کی بو ہوتی۔ (ہمارے فاضل قارئین کو یاد ہوگا، ڈسپلن سے تاریخی وابستگی کا ذکر ان ہی صفحات میں گذر چکا ہے۔) ظاہر ہے، اس حملہ یا حملہ کرنے والے کا تعلق کسی مذہب، کسی فرقہ یا مسلک سے نہیں تھا۔ (ایسے کسی تعلق کو تلاش کرنا عقلیت کے مذہب میں فضول ہے، بلکہ حرام۔) اگر کوئی تعلق دکھائی دے سکتا ہے تو وہ ’دہشت گردی‘ سے بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس کی پشت پر اگر کچھ ہوسکتا ہے تو وہ انسانیت دشمنی کا ہاتھ۔ دہشت گردی یوں بھی انسانیت دشمنی کا ایک ’فرقہ‘ ہوتی ہے۔ اگر اسے خود ایک مذہب کہیں تو ہر مذہب والے کو اعتراض ہوگا؛ کوئی بھی مذہب اسے ’مذہب‘ کا درجہ دینے کا روادار نہ ہوگا۔ انسانیت دشمنی ہی جرم ہے بلکہ ہر جرم انسانیت دشمنی سے نکلتا ہے اور وہیں انتہا کو پہنچتا ہے۔ جرم کو مذہبی لغت میں ’گناہ‘ کہا جاتا ہے۔ مذہب میں گناہ کی تعریف قانونی یا انسانی جرم کی تعریف سے زیادہ وسیع ہے۔ وہ جرم جس کا دائرہ کار اور ظاہری و باطنی اثر ایک ذات سے باہر نہیں نکلتے قانون اور سماج بھی انہیں جرم نہیں گردانتا لیکن مذہب کی نظر میں وہ بھی گناہ ہر ہے۔ اسلام تو ہر گناہ جرم کو ’ظلم‘ سے تعبیر کرتا ہے۔ یہاں چھوٹے بڑے کا سوال ہی نہیں، اسلامی فکر میں گناہ کو چھوٹا یا ہلکا سمجھنا بڑا اور بھاری گناہ ہے۔

(م۔ر۔عابد)